مسلمان اور اس کی عملی حالت

تحریر:- مولانا عبدالعزیز بسکوہری بستوی

ہر طرف سے شور برپا ہے کہ مسلمان تباہ ہو گئے۔ برباد ہو گئے۔ افلاس ونکبت، فقر واحتیاج، ذلت ومسکنت رگوں میں پیوست ہو چکی ہے۔ اسلامی شعار تہذیب وتمدن، کلچر و مذہب پر ڈاکے ڈالے جا رہے ہیں اور مسلمان بآسانی ان سے منحرف ہوتا جا رہا ہے نہ اس کو اسلامی وقار کا پاس ہے اور نہ ہی اس کی عزت و حرمت کا لحاظ ہے۔ آخر یہ کیوں؟ یہ چند خیالات ہیں جو ہر سچے مسلمان خادم اسلام کے دل میں موجودہ ماحول وحالات سے متاثر ہو کر پیدا ہو رہے ہیں۔ اس کا جواب سننے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہر قوم ارادی اور عملی قوتوں کے زور سے اور مذہبی شعائر پر گامزن رہ کر ہی ترقی کے مدارج کو طے کر سکتی ہے جس قوم میں عملی اور ارادی قوتوں کا فقدان ہو، مذہبی شعائر کا اضمحلال ہو وہ ہرگز ترقی وارتقاء کے قابل نہیں رہتی اور تنزلی ہی اس کا گہوارہ بنتی ہے۔ اس کی کروڑہا مثالیں آنکھوں کے سامنے ہیں۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں۔ تاریخی روایات کو جانے دو۔ مشاہدات ورزینہ ہی سے اس کا کافی استشہاد ہو سکتا ہے کتنی قومیں تباہ ہو گئیں، تباہ ہو رہی ہیں۔ ختم کی جا رہی ہیں گویا ان کو درجہ انسانیت سے بعید سمجھا گیا ہے، حبش، پولینڈ، زیکوسلویکیہ، بلجیم، فنلینڈ اور مختلف ممالک کا حشر ہمارے سامنے ہے۔ وجہ وہی عملی اور ارادی قوتوں کا فقدان۔ اصلی اجتماعیت کے شیرازہ کا انتشار، اقتصادی پستی اور مذہبی شعائر کی بدحالی۔ قرآن شریف نے چودہ سو برس پہلے ہی اس کا اعلان کر دیا تھا کہ "ان الله لا يغير مابقوم حتى يغيروا مابانفسهم۔" (رعد ۲) کہ قومیں خود اپنے اعمال سے اپنی تنزلی پیدا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو ظلماً ذلت و نکبت کے گڑھے میں نہیں ڈالتا۔ اس اصل کے ماتحت اب موجودہ مسلمانوں کی ذلت وافلاس اور تنزلی وپستی کے راز پر بھی نظر کرو۔

ہر قوم ارادی اور عملی قوتوں کے زور سے اور مذہبی شعائر پر گامزن رہ کر بھی ترقی کے مدارج کو طے کر سکتی ہے۔ جس قوم میں عملی اور ارادی قوتوں کا فقدان ہو۔ مذہبی شعائر کا اضمحلال ہو وہ ہرگز ترقی وارتقاء کے قابل نہیں رہتی۔

مسلمان اور مذہب

بلاشبہ مذہب اسلام حقانیت پر اور اپنے مواعید پر آج تک قائم ہے۔ یقیناً اس نے مسلمانوں کے لئے سلطنت ودولت، سرداری وریاست دینے کا وعدہ کیا ہے اور اس کو عملی جامہ بھی پہنایا ہے۔ روم وفارس کی حکومتیں۔ ایران و ہندوستان کی سلطنتیں۔ اسپین وغرناطہ کی دولتیں ان کے قدموں پر نچھاور ہوئیں۔ مشرق سے لیکر مغرب، شمال سے لیکر جنوب تک اس نے اپنا پرچم لہرایا اور ہر باطل قوت کو اپنے سامنے پارہ پارہ کیا۔ لیکن یہ اسی وقت تھا جب تک مسلمانوں میں ایمانی جذبہ باقی تھا اور روحانیت موجود تھی۔ شعائر اسلام کی حرمت باقی تھی۔ اس نے اس کے لئے سب سے پہلا سبب ایمان اور عمل صالح کو قرار دیا۔ متقدمین مسلمانوں کے متعلق کچھ کہنا ہی فضول ہے وہ تو ایمان اور عمل صالح کے بے نظیر پتلے تھے۔ آگ کے شعلوں میں کودنا، باطل کو قوتوں کو پامال کرنا جہاد

کو اپنا شعار بنانا انہیں کا حصہ تھا' آج کے مسلمان میں وہ سب چیزیں بالکلیہ معدوم ہیں نہ تو ان میں مذہب کا پاس ہے اور نہ ہی شعائر اسلامی کا لحاظ ہے قرآن ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر طاق نسیاں بن کر رہ گیا۔ نماز و روزہ حج زکوۃ ایک فرسودہ اعتقاد بن کر رہ گئے۔ شعائر اسلام کی توہین و تضحیک اس دور کے ایمان کا ایک جزء لاینفک بن گیا ہے۔ جہاد کا تصور ایک خیالی پلاؤ اور ننگ انسانیت کا مترادف سمجھا جانے لگا ہے۔

ہاں اب اسلام کو اسی غیر مشروع رسم ورواج' بدعتوں اور اختراعوں کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی جانے لگی ہے جس کے انہدام کے لئے اسلام آیا تھا۔ جب تک ہندوانہ رسم ورواج عمل پذیر نہ ہوں صحیح معنوں میں اسلام ہی نہیں ہے پیر پرستی' قبر پرستی' تعزیہ پرستی' اسلام کا ایک جزء لاینفک ہو گئی ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ زمین کے چپے چپے سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی تھی تمام دنیاوی رشتوں سے بے تعلق ہو کر صرف اللہ کے رشتہ کے ساتھ منسلک ہونا اسلام سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس زمانے میں توحید کو شرک و تثلیث کے پردے میں نمایاں کیا جارہا ہے۔ کہیں خدا سے بے تعلق ہو کر عبدالقادر جیلانی کے دامن کا سہارا ڈھونڈا جاتا ہے تو کہیں محمد عربی ﷺ کی نبوت نامکمل بنا کر غلام احمد قادیانی کی نبوت سے اسلام کی تکمیل کی جاتی ہے۔ اگر اصلاح و تنقید کے پردے میں اسلامی عبادات واعتقادات میں ترمیم و تنسیخ کی کوشش کر کے بدعات کا دروازہ کھولا گیا تو دوسری طرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو خود محمد ﷺ کی شکل میں نمودار بتایا گیا اور کہا گیا۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

"نعوذ باللہ من هذه المنکرات" اگر ایک طرف بریلوی یا چکڑالوی فتنے وبدعات نے قصر اسلام پر حملے شروع کردیئے تھے تو دوسری طرف قادیانی نبوت کے زبردست فتنے نے اس پر اور گہرا اثر ڈالا۔ مخالفین اور معاندین اسلام ایسے ہی اختلاف کے موقعہ کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ انہوں نے ان اختلافات کی وجہ سے تبلیغ اسلام کے راستے میں روڑے اٹکانے شروع کئے۔ یہی نہیں بلکہ ان بدعات اور فتنوں کو لے کر جاہل عوام کو بھڑکانے میں ایک آلہ کار بنایا اور نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور اس کی وجہ سے کتنے جاہل مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جاہل عوام کا یہ حال ہے کہ کہنے کو تو وہ مسلمان ہوتے ہیں لیکن شعائر اسلامی اور اس کے عبادات واعتقادات کے علم سے قطعی بے بہرہ ہیں۔ کتنے ہیں جو کلمہ تک نہیں جانتے نماز روزہ وغیرہ کے معمولی مسائل سے بھی ناواقف ہیں۔

اگر کچھ طبقہ اہل علم کا ہے تو وہ بھی تعلیمات اسلامی سے کوسوں دور نظر آرہا ہے۔ آج کل نوجوان مسلمانوں کا عام حصہ اسلامیت سے ہٹ کر غیر اسلامی ہوتا جارہا ہے۔ ان کے نزدیک اسلامی عبادات' اسلامی تہذیب و کلچر۔ اسلامی معاشرت ان کی شاہراہ ترقی میں زبردست رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ نماز وروزہ تو کب کا چھوٹ چکا ہے۔ تہذیب و معاشرت ایک معیار امتیاز رہ گئی تھی وہ زائل ہوتی نظر آرہی ہے۔ عوام کے دلوں سے اسلامی وقار اس قدر زائل ہوتا جارہا ہے کہ اب ناموس اسلام کا لحاظ بہت ہی کم رہ گیا ہے۔ پھر ایسی حالت میں یہ آہ و فغاں کیسی۔ یہ دردانگیز نالے کیسے۔ یہ سوال وجواب کیسے۔ اس کا جواب خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچ لو۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فیصلہ کردیا ہے کہ اپنے اعمال سے قومیں خود تباہ وبرباد ہوتی ہیں۔

قومیں خود اپنے اعمال سے اپنی تنزلی پیدا کرتی ھیں اللہ تعالیٰ کسی کو ظلماً ذلت کے گڑھے میں نہیں ڈالتا۔

کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ صرف زبان سے اسلام کا نام پکارنا ہی تمہارا نجات دہندہ بن جائے گا' ہرگز نہیں۔ اسلام ایمان اور عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ جب تک عمل نہ ہو صرف ایمان بازبانی اسلام کوئی فائدہ نہیں دے سکتا' شریعت نے ایمان اور عمل کو لازم و ملزوم ٹھہرایا ہے۔ قرآن نے جہاں ایمان کا ذکر

شعائر اسلام کی توہین وتضحیک اس دور کے ایمان کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے۔

کیا ہے ساتھ ہی ساتھ عمل کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایمان' ایمان ہی نہیں ہو سکتا جب تک عمل موجود نہ ہو۔ کوئی قوم صرف اپنے ایمانی دعاوی سے کامیاب نہیں ہوسکتی ہے جب تک وہ عملی جامہ میں ظاہر نہ ہو۔ بنو اسرائیل وغیرہ اقوام کیوں تباہ ہوئیں؟ اس لئے کہ ان میں عملی قوتوں کا فقدان ہو چکا تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ ان میں ظاہری شریعت کا بھی وجود نہ تھا۔ وہ بھی موسوی عیسوی قوم کہلاتی تھیں۔ توراۃ' زبور' انجیل وغیرہ رحمانی صحائف ان میں موجود تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ تباہ وبرباد کردی گئیں۔ وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اس کے اصل الاصول یعنی عملی قوتوں کو زائل کر دیا تھا۔ عین شریعت وہی ہے جس میں ایمان کے ساتھ ہی ساتھ عمل بھی موجود ہو۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

افسوس! تم نے نماز کی اہمیت کو بھلا دیا' اس میں دنیاوی اور اخروی دونوں اسپرٹ موجود تھی۔ یہی بات نہیں کہ نماز صرف عابد و معبود کے رشتے کو مضبوط اور مستحکم کر کے تمام غیر اللہ کے وسائل کو منقطع کر دیتی ہے بلکہ یہ زندگی کے تمام شعبوں کے لئے حیات جاوداں رکھتی ہے۔ یہ مسلم ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک منازل ترقی پر قدم نہیں رکھ سکتی جب تک اتحاد واتفاق کی اسپرٹ موجود نہ ہو۔ کتنی بڑی سے بڑی قومیں محض اختلافات کی وجہ سے فناو برباد ہوگئیں اور ایک کمزور اور چھوٹی قوم محض اتفاق واتحاد کی قوت سے اپنے سے بڑی طاقت پر غالب آگئی۔ مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے قیصر وکسریٰ جیسی عظیم الشان سلطنتوں کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ محض اتحاد کی طاقت تھی۔

اے اپنی ناگفتہ بہ حالت پر آنسو بہانے والو! آج تم چیختے ہو' شور کرتے ہو کہ ہم تباہ ہوگئے' ذلیل ہوگئے' غلام بنالئے گئے اور تم اپنی جہالت کو نہیں دیکھتے۔ تم آج زمین کے چپے چپے پر پستے ہو۔ لیکن خدارا بتلاؤ تمہاری عملی قوتیں کیا ہیں؟ تم نے میدان عمل میں کونسا قدم رکھا ہے۔ اختلافات اور انشقاق کو بیج بو کر تم نے آپس میں عداوت اور دشمنی کی ایک خلیج حائل کرلی ہے۔ بنی اسرائیل سے بھی تمہاری حالت گری ہوئی ہے اور اگر یہی حالت رہی تو کوئی بعید نہیں کہ کچھ دنوں میں صفحہ ہستی سے تمہارا نام ونشان بھی مٹ جائے یہ اس لئے کہ تم نے نماز وروزہ کو چھوڑ دیا ہے جو اسلام کا ایک بہت بڑا رکن اور بقائے اسلام کی ایک شرط تھی۔ اتحاد واتفاق کا ایک مرکز تھی۔ اس کی مشروعیت کا مقصد یہی تھا کہ جمیع مسلمانوں کے دل میں محبت واتفاق ہو۔ رواداری وحمیت کا استحکام ہو۔ فتح وظفر کا ایک بڑا حربہ اتحاد واتفاق ہے لیکن تم نے اس کو چھوڑ دیا اگر کیا تو بے دلی سے۔ خدا نے بھی تمہارا ساتھ چھوڑ دیا کیونکہ اس کے نزدیک محبوب وہی ہے جو اس کی بتلائی ہوئی شاہراہ عمل پر گامزن ہو۔

جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

مسلمان اور سیاست

یہ رونا یہیں تک ختم نہیں ہوا ہے' کون سا ایسا شعبہ ہے جس میں موجودہ مسلمان پیچھے نہ ہوں۔ شعبہ سیاست بقائے زندگی کا ایک زبردست لائحہ عمل مانا گیا ہے۔ مذہب سے مسلمان جدا ہوئے' اسی لئے میدان سیاست میں بھی بہت ہی پیچھے نظر آرہے ہیں' کیونکہ اسلام کے نزدیک سیاست مذہب سے جدا نہیں بلکہ وہ بھی مذہب کی ایک شاخ ہے۔ موجودہ زمانے میں جس قوم کی سیاسی زندگی مضمحل ہو وہ یقیناً سوائے ذلت وپستی کے ترقی نہیں کرسکتی۔ اسی واسطے اسلام نے مسلمانوں کیلئے جہاں ایک پہلو خالص مذہبی رکھا ہے۔ دوسرا پہلو اسی کے ساتھ سیاسی بھی بتایا۔ اگر ایک طرف عبادت و ریاضت کے طریقہ سے اسلام کو مضبوط کیا تو دوسری طرف ملکی' تمدنی سیاست سے بھی اسلام کے حدود کو مستحکم کیا' ملکی' تمدنی اصول وہ مقرر کئے کہ دنیا کی کسی قوم کے دماغ میں بھی ایسے ٹھوس نظام کا تصور نہ آسکا تھا۔ ملکی اور تمدنی نظام کا کونسا ایسا شعبہ تھا جس کو حسن وخوبی اسلام نے کامل نہ کیا ہو۔ رعیت اور راعی کے حقوق' زن و شوہر کے حقوق' قاضیوں اور عالموں کے حقوق' والدین اور اولاد کے حقوق' ذمیوں اور حربیوں کے حقوق' مفتوحہ ممالک کا نظام' ماتحت ممالک کا نظام وغیرہ تمام شعبوں کو مکمل شکل میں پیش کیا۔

اے خوابیدہ مسلمان! یہ غفلت کیسی کب تک؟ کیا تمہاری آنکھیں اس وقت کھلے گی جب موت وحیات کا آخری سوال سر پر پہنچے گا اور مخالف قومیں تمہاری ہلاکت کی تدبیریں سوچتی ہوں گی۔ کیا تم نے مذہب وسیاست کو الگ الگ تصور کیا ہے۔ واللہ سیاست مذہب کا

ایک اہم جز ہے' مذہب حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں پر حاوی ہے۔ حقوق العباد کی کنجی سیاست ہی ہے۔ سیاست کو مذہب سے جدا سمجھنا حقیقت میں اسلام کو جھٹلانا ہے۔

ابھی موقع ہے سنبھل سکتے ہو' دین کے دونوں پہلو مذہب وسیاست کو مضبوطی سے تھام لو اسی سے تم نجات پا سکتے ہو۔ غلامی اور ذلت کی زندگی بدترین لعنت اور اسلامی نظریہ پر ایک مہلک ضرب ہے۔

مسلمان اور اقتصادیات

یہ ظاہر ہے کہ قوموں کی ترقی و عروج کا سبب جس طرح مذہبی تثبت اور جماعتی و مرکزی استقلال مانا گیا ہے اسی طرح اس کا ایک اہم جزء اقتصادی حالت کی درستگی بھی ہے۔ ایک بڑی سے بڑی قوم محض اپنی اقتصادی پستی سے فنا و برباد ہو جاتی ہے اور ایک چھوٹی سے چھوٹی قوم اپنی اقتصادی خوشحالی سے بڑی سے بڑی قوم کو انگلیوں پر ناچ نچا سکتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ جاپان چین کے مقابلہ میں بہت ہی کم تعداد والا ہے۔ اس کی فوج بھی چین کی فوج سے حد درجہ قلیل ہے۔ لیکن آج تقریباً چار سال سے اتنی بڑی حکومت سے برسرپیکار نظر آ رہا ہے اور اس کی قلت اس کی مغلوبیت کا سبب نہ بن سکی۔ کیونکہ اس کو اپنی اقتصادی خوشحالی پر ناز ہے اور جدید سے جدید ترین اسلحہ مہیا کرنے پر قدرت رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی ہوائی اور بحری طاقت چین کیا اس سے بھی زبردست حکومت کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

اس زمانہ میں کسی قوم کی اس کی زائد آبادی اس کی بقائے حریت پر معاون نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی چیز ہو سکتی ہے تو اس کی اقتصادی خوشحالی ہے۔ آج موجود جنگ میں جب کوئی حکومت کسی دوسری حکومت سے ٹکرانے کا ارادہ کرتی ہے۔ تو سب سے پہلے اس کو اقتصادی حالت کی تخریب پر غور کرتی ہے اور جہاں تک ہو سکتا ہے اس پر عمل درآمد شروع کر دیتی ہے۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں اقتصادی حالات پر غور کرو۔ بلکہ اس کے اصل اصول' منطقہ و مرکز قرآن پر نظر کرو تو تمہیں بیشتر مقامات میں اقتصادی نظام کے متعلق تعلیمی حصہ نظر آئے گا۔ اس میں عبادات واخلاق کے ساتھ ہی ساتھ سیاست مدن و تدبیر منزل اور اصول معشیت کے نظریہ کو بھی مستحکم کیا گیا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح دنیاوی معاملات سے کنارہ کش ہو کر' صوموں اور گرجوں میں گوشہ نشین ہو جاؤ۔ بلکہ وہ تو اسلامیات کو بھی اقدام و معاشی جدوجہد میں نمایاں دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کے نزدیک گویا وہ مسلمان کامل مسلمان ہی نہیں جو عملی جدوجہد میں حصہ نہ لیتا ہو۔ "وابتغوا من فضل الله" (اللہ کا فضل تلاش کرو) بصیغہ امر۔ عملی جدوجہد و معاشی ابتغاء و کوششوں کو فرض کر رہا ہے۔

یہ نیلگوں آسمان۔ یہ گوناگوں رنگوں والی زمین۔ یہ سورج وچاند و ستارے۔ یہ مختلف مواسم و فصول آخران کے وجود کا مقصد کیا ہے یہی کہ انسان ان سے اپنے عملی جدوجہد اور معاشی ابتغاء میں امداد لے سکے اور مقصد تخلیق انسانیت کو پورا کرتا ہے۔ "وجعلنا لكم فيها معايش۔" (اعراف ع ۱) یعنی اس زمین میں ہم نے تمہاری بقاء کیلئے ہر طرح کی معاش پیدا کر رکھی ہے۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کوشش ہی کیا بلکہ "فاذا قضيت الصلوة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله۔" (جمعہ) یعنی جب نماز (جمعہ) ادا کر لی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈو۔

انبیاء علیہم السلام کے افعال و کردار امت کے لئے ایک نمونہ عمل ہوا کرتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ سہوا یا ان کے ساتھ مخصوص نہ ہوں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں محض امت کی تعلیم اور اقدام علی العمل مقصود ہوا کرتا ہے۔ اگر عملی جدوجہد اور معاشی سرگرمیاں خلاف توکل اور

افسوس! اس زمانے میں توحید کو شرک و تثلیث کے پردے میں نمایاں کیا جا رہا ہے کہیں خدا سے بے تعلق ہو کر عبدالقادر جیلانی کے دامن کا سہارا ڈھونڈا جاتا ہے اور کہیں محمد عربی ﷺ کی نبوت نامکمل بنا کر غلام احمد قادیانی کی نبوت سے اسلام کی تکمیل کی جاتی ہے۔

> **ایک چھوٹی سے چھوٹی قوم اپنی اقتصادی خوشحالی سے بڑی سے بڑی قوم کو انگلیوں پر ناچ نچا سکتی ہے۔**

عبادت میں مخل ہوتیں تو یقیناً وہ عملی جدوجہد میں ہر گز کوئی حصہ نہ لیتے اور رہبانیت اختیار کر کے گوشہ نشین ہو کر دنیاوی تعلقات سے علیحدہ ہو جاتے اور یہ امت کے لئے ایک تعلیم ہوتی۔ مگر یہاں تو ان کا سارا وقت نہایت مشقت اور جدوجہد میں گزرا۔ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے اپنی معاش حاصل کی۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور خود ہمارے رسول فداہ ابی وامی کی حیات مقدسہ پر نظر کر جاؤ۔ ان حضرات کی ساری زندگی اسی عملی جدوجہد میں گزری کسی نے خیاطی (درزی پیشہ) کر کے دنیا میں رزق حاصل کیا تو کسی نے نجاری (بڑھئی کا پیشہ) و کاشتکاری کو اپنا شعار بنایا۔ کسی نے حدادی (لوہار کا پیشہ) سے معاش پیدا کیا تو کسی نے تجارت کو اپنا لائحہ عمل بنایا۔

ہمارے نبی ﷺ نے نبوت سے پہلے اپنا ذریعہ معاش تجارت کو قرار دیا تھا۔ خود بنفس نفیس بہت تکلیفیں اٹھا کر بحرین یمامہ، یمن اور عرب کی سرزمین میں سرگرداں پھر چکے تھے۔ متعدد مرتبہ سرزمین شام میں تجارت کرتے ہوئے نظر آئے۔ آپ وہ تھے کہ صرف ایک اشارہ کرنے سے احد کا سارا پہاڑ خزانہ بن کر قدموں پر نچھاور ہو جاتا لیکن آپ کو تو نمونہ بن کر قوم کی اقتصادی حالت کو سنوارنا تھا۔ حدیثوں کو اٹھا کر دیکھو۔ ساری کتابوں میں کتاب البیوع سے بھی تم کو روشناس ہونا پڑے گا۔ اس کے بیان کرنے کا مقصد کیا تھا۔ تاکہ مسلمان ہمیشہ اقتصادی خوشحالی پر نظر رکھیں۔

آپ کے جانبازوں کو بھی دیکھو۔

باوجود یہ کہ دنیا کی ساری دولتیں حکومتیں پیروں کے نیچے روندی ہوئی نظر آرہی ہیں۔ لیکن وہ کبھی اقتصادیات سے غافل نہ ہوئے۔ ہزارہا کارخانے ملکوں میں کھلے ہوئے تھے۔ ان کو خراج یا زکوۃ پر اتنا بھروسہ نہ تھا جتنا اپنی اقتصادی خوشحالی پر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلامی ممالک کا کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی نہ کوئی کارخانہ موجود نہ رہا ہو۔ تمام شہروں اور کارخانوں کا گنانا بہت سے صفحات کو چاہتا ہے جگہ کی قلت کے باعث بطور مثال چند مقاموں اور کارخانوں کا ذکر کر رہا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں نے اقتصادی ترقی کا کتنا لحاظ رکھا تھا۔

بغداد جو مسلمانوں کی شان وشوکت کا مرکز تھا وہ اور اس کے قریب وجوار کے دیہات کپڑا سازی میں مشہور تھے۔ سن بغداد کا ایک مشہور گاؤں ہے جس میں سبنی کپڑے بننے کے مشہور کارخانے تھے۔ یہ کپڑا ایسا ہی مائل تہہ ہوتا تھا جو سوت و حریر سے مل کر تیار ہوتا تھا۔ ابن خلدون نے اخبار اندلس میں جن مشہور چادروں کا ذکر کیا ہے وہ یہیں کی تیار کردہ ہوتی تھیں۔ یاقوت حموی نے خطیرۃ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ بغداد کا ایک بڑا گاؤں ہے جس میں باریک خوبصورت سوتی کپڑے بننے کے کارخانے ہیں۔ تاجر یہیں سے ان کپڑوں کو مختلف ممالک میں لے جا کر بیچتے ہیں۔ مخرم بغداد کا ایک محلہ ہے جہاں مختلف قسم کے جالی دار کپڑے تیار ہوتے ہیں۔

مقدسی نے اپنے مشہور رسالہ بغداد' لغۃ العرب میں حسب ذیل مقالہ درج کیا ہے "کیا تم نے بصرہ کی ریشم وہاں کے کپڑے اور دیگر چیزوں کا ذکر نہیں سنا ہے 'ابلہ میں کتان کے قیمتی کپڑے بنتے ہیں اور کوفہ میں ریشم کے نہایت عمدہ عمامے۔ بغداد میں نادر چیزیں اور طرح طرح کے ریشمی کپڑے۔ نعمانیہ میں چادریں اور عمدہ اونی کپڑے۔ قصریہ اور پونیہ میں رومالیں۔ تکریت کے اونی کپڑے۔ واسط کے پردے۔ دارالقز بغداد کا محلہ ہے وہاں کے کاغذ، شاطبہ کے کاغذ جہاں سے اندلس کے تمام شہروں میں کاغذ کی سپلائی ہوتی تھی۔ تونس افریقہ کے مشہور شہر ہے اس میں مٹی کے نہایت شفاف اور خوبصورت برتن سازی کے کارخانے تھے۔ بعلبک صنعت وحرفت کا ایک مشہور مشرقی شہر ہے۔ یہاں لکڑی کے عمدہ عمدہ برتن اور چمچے تیار ہوتے تھے۔ یورپ کے بعض شہروں میں یہاں کا مال بطور نمائش جاتا تھا۔ حساء میں بانس کے برتن سازی کے کارخانے تھے۔ مشہور بانس کی کشتی ہندوستان وخراسان میں یہیں سے آتی تھیں۔ بانس کے ٹکڑے آپس

میں اس طرح خوبی سے جوڑے جاتے تھے کہ دیکھنے والوں کو جوڑ کا شبہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ منار حلب کے قریب ایک قدیمی شہر ہے جہاں عمدہ قسم کے دیگ اور مختلف قسم کے تانبے کے برتن' لوٹے بنائے جاتے تھے۔ حلب کو زمانہ قدیم ہی سے شیشہ سازی میں مہارت حاصل تھی۔ یہاں کا شیشہ چونے کی مانند سفید اور شفاف ہوتا ہے یمن' غمات' غدامس چمڑے کی دباغت میں مشہور تھے یہاں کے چمڑے خوبصورت اور ریشم کی طرح ملائم ہوتے تھے۔ اہل مغرب یہاں کے جوتے پسند اور خریدا کرتے تھے۔ حدیثوں میں ادیم یمنی کا ذکر بھی آیا ہے۔ صنعاء یمن کا مشہور شہر ہے۔ یہاں بھی چمڑے کی دباغت کے لئے بے شمار کارخانے تھے۔ آمل طبرستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ یہاں ہر قسم کے عمدہ مصلے اور قالین تیار ہوتے تھے۔ آلش اندلس کا شہر ہے یہاں کے مشہور قالین ہندوستان' شام' مصر' عراق اور چین تک خرید کئے جاتے تھے۔ اہواز میں عمدہ خوبصورت پردے ہوتے تھے۔ غندجان ایران کا ایک شہر ہے جہاں قالین' کرسیاں اور پردے تیار ہوتے تھے اور اکثر شاہی سامان یہیں کا تیار کردہ ہوتا تھا۔"

الغرض ممالک اسلامیہ کا کوئی ایسا شہر نہیں تھا جہاں صنعتی ترقی کا لحاظ نہ رہا ہو۔ آخر میں مضمون نگار نے اس مقالہ کو ایک یاس و تاسف انگیز جملہ کے ساتھ ختم کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آج ان صنعتوں کا نام و نشان بالکل مٹ گیا اور بجز حریر کے تہمدوں کے اور کوئی صنعت مخصوص طور پر باقی نہیں ہے۔ کیونکہ یورپین صنعتوں نے ان کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ کاش وہ دن آئے جب ہماری قدیم صنعتیں دوبارہ زندہ ہو جائیں۔

ناظرین کرام! اس تاریخی صداقت سے معلوم ہو گیا کہ مسلمانوں نے کبھی بھی خراج یا غنیمت کے مالوں پر ترقی کے انحصار کو موقوف نہ رکھا بلکہ انہوں نے ہر طریقہ سے اپنی اقتصادی حالت کو درست کیا اور جا بجا کارخانے لگائے جس سے ان کو کسی کا دست نگر نہ ہونا پڑا۔ اس وقت تک انہوں نے بے نظیر ترقی کی۔ لیکن جوں جوں ان کی صنعتیں دوسروں کے ہاتھوں میں جاتی رہیں وہ کمزور ہوتے گئے بالآخر بہت ہی ذلت سے ان کو حکومت و خلافت سے دست بردار ہونا پڑا اور کو جانے دیجئے۔ ہندوستان ہی کو لیجئے۔ انگریزوں نے کس طرح ہندوستان کی صنعت پر کنٹرول حاصل کیا اور آخر میں کیوں کر مسلمانوں سے سلطنت چھین کر برسر اقتدار ہوئے۔ ہندوستان کی کروڑ ہا مسلم آبادی منہ دیکھتی رہ گئی اور ذلت و غلامی کا طوق گردن میں ڈال لینا پڑا۔ مسلمانوں نے اپنی دیگر صنعتوں کو اس سے پہلے ہی ہندوؤں کے قبضے میں دیدیا تھا۔ تجارت' صنعت' حرفت' دکانداری' کاشتکاری غرض جتنی اقتصادی صورتیں تھی حکومت اور منصب کے ایک موہوم تصور نے ان کے قلوب پر ایسا تاریکی کا پردہ ڈال دیا تھا کہ آہستہ آہستہ ہندو ان پر قابض ہوتا گیا اور جب پوری طرح پامال ہو چکے۔۔۔۔۔ تب آنکھ کھلی۔ لیکن اب کیا تھا نہ حکومت نہ صنعت اور نہ حرفت نہ پیشہ ہزار ہا افراد نے بھوک کی شدت اور افلاس کی مصیبت سے لاچار ہو کر خودکشی کی یا ترک مذہب کو اختیار کیا۔ بہتوں نے سوال اور بھیک کو اپنا زادہ بنایا۔ مگر ہندو پریشان نہ ہوا۔ اس نے خودکشی نہ کی' ترک مذہب پر مجبور نہ ہوا کیونکہ اس کے پاس اقتصادی خوشحالی تھی' تمام صنعتوں اور تجارتوں پر قبضہ تھا یہ ہے حشر اس قوم کا جس کی اقتصادی بدحالی انتہا تک پہنچ چکی ہو یقیناً اس قوم کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں جس کے پاس نہ مذہب ہو نہ اقتصاد۔ یہ ہیں ہندوستان کے مسلمان اور پھر شور ہے کہ ہم تباہ و برباد ہو گئے۔

آہ اے غافل مسلمان! کیا اتنے افراد کو ضائع کرنے کے بعد بھی تیری آنکھ نہ کھلی۔ کیا مذہب و اقتصاد کو پس پشت ڈالنے کے بعد بھی تو ہوشیار نہ ہوا اب کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا اس انقلاب کا جبکہ تم کو ایک مجبور بکری کی طرح دہریت و فسطائیت اور ہلاکت کی طرف گھسیٹا جائے گا اور مساعدت نہ کرنے پر تم کو مذہبی دیوتا پر بھینٹ چڑھا دیا جائے گا کہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہے جبکہ تمہاری کثرت بھیڑوں کے غول کی طرح ہے۔ ہندو مطمئن ہے خوفزدہ نہیں وہ تو اپنا مستقبل درخشاں دیکھ رہا ہے خود بھی بیدار ہو چکا ہے۔ وہ قوت حاصل کر سکتا ہے سپاہ مرتب کر سکتا ہے سامان دفاع مہیا کر سکتا ہے۔ اس کے پاس مال ہے دولت ہے۔ صنعت و تجارت ہے ملازمت ہے۔ ہم کسی قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ بالکل نہتے ہو۔ تمہاری ایمانی قوت بھی نہیں جو تم کو دوسروں پر غلبہ دے۔ تمہاری وہ سلطنتیں بھی لرزہ بر اندام ہیں جن کے پاس دولت و ثروت ہے۔ قوت دفاع بھی ہے۔ لیکن افسوس! اگر بالکل بے دست و پا ہے تو وہ ہندی مسلمان ہے۔ ؎

چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں
فقط ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں